25

تعمیر احمدیہ بیت الذکر لندن اور ہماری ذمہ داری

(بمقام ڈلہوزی - فرمودہ یکم اکتوبر ۱۹۲۶ء)

تشہد، تعوذ، سورۂ فاتحہ اور سورۃ الاعلیٰ کی ابتدائی آیات کی تلاوت کے بعد فرمایا:

چونکہ ایک ایسے ملک میں جس میں خدائے واحد کا نام لینے والے لوگ آج سے ایک عرصہ پہلے نہیں ملتے تھے۔ جہاں کے لوگ شرک کی تعلیم پھیلانے کا مرکز سمجھے جاتے تھے۔ وہاں ہماری جماعت کی طرف سے ایک مسجد تعمیر کی گئی ہے۔ جو اس لحاظ سے پہلی مسجد ہے کہ اس سے پہلے اس دارالحکومت میں کوئی مسجد نہ تھی۔ پھر اس لحاظ سے بھی پہلی مسجد ہے کہ مسلمانوں نے اپنے روپے سے بنوائی ہے(اس سے پہلے ایک مسجد تھی جو اول تو لنڈن سے باہر تھی۔ دوسرے اس کو ایک انگریز نے بنوایا تھا۔ گو مسلمانوں کے روپے سے بنوایا تھا)چونکہ اس کا افتتاح انشاء اللہ اسی ہفتہ میں ہونے والا ہے۔ اس لئے آج کا خطبہ میں اس کے متعلق ہی پڑھوں گا۔

مسجد اللہ کا ذکر کرنے کے لئے بنوائی جاتی ہے۔ اور اس لئے کہ اللہ کا نام لینے والے لوگوں کی جماعت تیار کی جائے۔ اس لئے مسجد وہی مبارک ہو سکتی ہے کہ جس میں اللہ کا نام استقلال کے ساتھ لینے والے لوگ جمع ہوں۔ دوسرے مکانوں سے مسجد علیحدہ اور ممتاز اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ اس میں خدائے واحد کا نام لینے والے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ اگر خدا کا ذکر کرنے والے لوگ نہ ہوں تو مسجد کا بنوانا بے سود ہوگا۔ خود قرآن کریم سے ظاہر ہے کہ بعض مسجدیں صرف بے برکت ہی نہیں ہوتیں۔ بلکہ ایمان کے ضائع کرنے کا موجب ہوتی ہیں۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں جو مسجد آپ کی تھی۔ اس کی بنیاد تقویٰ پر تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی پر تھی۔ اس کے مقابلہ پر ایک اور مسجد بنائی گئی جس کی بنیاد کھوکھلی تھی جو گرنے والی تھی۔ پس کسی مکان کا مسجد نام رکھنے ہی سے وہ بابرکت نہیں ہو جاتا۔ بلکہ اس میں اللہ کا نام استقامت اور محبت کے ساتھ لینے سے ہوتا

ہے۔ اگر وہی روپیہ جو مسجد کی تعمیر پر خرچ ہوتا ہے۔ غریبوں اور مسکینوں پر خرچ کیا جائے تو بہت زیادہ موجب ثواب ہوگا بہ نسبت اس مسجد پر خرچ کرنے کے کہ جس میں خدا کا نام بلند کرنے والی جماعت نہ ہو اور وہ بے آباد رہے۔ ہم اگر دوسرے ملک میں مسجد بناتے ہیں تو اس کی غرض اس ملک میں توحید قائم کرنا اور وہاں کے لوگوں کو موحد بنانا ہے۔ اگر یہ نیت نہ ہو تو ہم اس روپیہ سے جو کہ مسکینوں اور غریبوں پر خرچ کیا جا سکتا تھا۔ ایسی مسجد پر خرچ کرکے نعمت کو ضائع کرنے والے بنیں گے۔ پس ہماری جماعت کے لئے اس مسجد کی تعمیر کے ساتھ تبلیغ اور اشاعت کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سبح اسم ربک الا علیٰ یعنی (اے رسول اے مومنو!) اپنے رب اعلیٰ کے نام کی تسبیح کرو۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ کوئی کسی مکان کے گوشہ میں بیٹھ جائے اور سبحان اللہ سبحان اللہ کہہ لیا کرے اور سمجھ لے کہ تسبیح ہو گئی۔ بھلا خدا کو اس سے کیا فائدہ؟ کیا اس میں کوئی نقص تھا۔ جو اس تسبیح سے اس کی ترقی ہو کر وہ کامل بن گیا۔ تسبیح اس وقت تک تسبیح نہیں کہلا سکتی جب تک اس کا تعلق قلب کے ساتھ نہ ہو۔ وہ معلوم کرے کہ جس کا نمونہ میں نے بننا ہے وہ تمام عیوب سے پاک ہے پھر اس کے تمام صفات کو اپنے اندر لے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ جن کی تصویر اپنے قلب کے اندر کھینچنا ہے۔ اس کا اچھا نقشہ پہلے سامنے جمالے۔ ورنہ تصویر درست نہ کھنچے گی مصور بھی تصویر تب ہی درست کھینچ سکتا ہے۔ جب کہ وہ پہلے درست نقشہ اپنے سامنے جمالیتا ہے۔ اسی لئے انسان بھی تب ہی اعلیٰ بن سکتا ہے جب وہ صفائی تصویر سامنے رکھے۔ اور اسی قسم کا بننے کی کوشش کرے۔

پھر فرمایا رب اعلیٰ وہ ہے جس نے انسان کو مکمل حالت میں پیدا کیا یہاں اسلام عیسائیت اور دیگر مذاہب سے اعلیٰ اور ممتاز معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ عیسائیت کہتی ہے کہ انسان چونکہ ناقص پیدا ہوا ہے اس لئے وہ گناہوں سے پورے طور پر نہیں بچ سکتا۔ اس لئے کفارہ کی ضرورت پیش آئی۔ ہندو مذہب بھی یہی کہتا ہے کہ چونکہ انسان بالکل گناہوں سے کبھی پاک نہیں ہو سکتا اسی وجہ سے ہمیشہ جُونوں میں ڈالا جاتا ہے۔ لیکن برخلاف اس کے اسلام کہتا ہے کہ انسان کامل صفات اپنے اندر رکھتا ہے اگر وہ صحیح طور پر کوشش کرے تو کامل بن سکتا ہے تو الذی خلق فسوّٰی کے یہ معنے ہیں کہ وہ خدا وہ ہے جس نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے نقصوں کو دور کیا۔ اس لئے کہ اس کو کامل بنا دے۔ آگے فرمایا والذی قدّر فھدٰے یعنے وہ وہ خدا ہے جس نے اس کی طاقتوں کا اندازہ لگاتے ہوئے کہ

وہ کامل ترقی کر سکتا ہے۔ الٰہی تعلیم کے ذریعہ اس کو ہدایت دی۔ جیسے آنکھ کو دیکھنے کی طاقت دے کر سورج کی روشنی کو بھی بنایا کہ جس کی مدد کے بغیر وہ آنکھ کچھ کام نہیں کر سکتی۔ چونکہ یہاں یہ بھی بتانا مقصود تھا کہ اسلام سے پہلی تعلیمیں جہاں اپنے وقت پر مفید تھیں وہاں وہ اب ناقص ہو گئی ہیں اور بے سود ہیں اس لئے اور مثال دی فرمایا **والذی اخرج المرعٰی فجعلہ غثاء احوٰی** یعنے اور وہ خدا جس نے اعلیٰ کھیتیاں پیدا کیں۔ پھر ان کو کوڑا کرکٹ بنا دیا۔ اسی طرح پہلی تعلیمیں خراب ہو گئیں۔ جس طرح جب تازہ پھل ہوتا ہے۔ اس وقت وہ نہایت خوشگوار اور مفید ہوتا ہے لیکن جب گل سڑ جاتا ہے تو کوڑے کرکٹ کی طرح بوجہ اپنے مضرت کے پھینک دیا جاتا ہے۔ اسی طرح جو ہدایتیں آتی رہتی ہیں وہ ایک وقت مفید تھیں۔ لیکن اب گل سڑ گئی ہیں۔ اس وجہ سے رسول کریم ﷺ کے ذریعہ نئی تعلیم بھیج دی گئی۔ اب طبعاً یہ سوال پیدا ہو سکتا تھا کہ یہ اسلامی تعلیم بھی پہلی تعلیموں کی طرح ناکارہ ہو جائے گی۔ اور کسی وقت پھینک دینے کے قابل ہو جائے گی۔ اس لئے فرمایا۔ **سنقرئک فلا تنسیٰ الا ماشاء اللہ** یعنی ایسی تعلیم ہو گی جو کہ اس طرح پر تجھ کو سکھائیں گے کہ تو اس کو بھولے گا نہیں۔ اس لئے ہمیشہ رہے گی۔ اور ہرگز ہرگز ترک نہ کی جائے گی۔ یعنی گلے سڑے گی نہیں۔ اِلاّ ماشاء اللہ مگر سوائے بعض باتوں کے جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ہی چھوڑ دی گئیں۔ جیسے بیت المقدس کو قبلہ بنانا ترک کر کے خانہ کعبہ کی طرف رخ کرنے کی ہدایت ملی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمام تعلیم ہی چھڑوا دی جائے گی۔ جیسے بہائی کہتے ہیں کہ شریعت اسلام جاتی رہی۔ ان کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ تجھ کو ایسا سکھائیں گے کہ ہرگز نہ بھولے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **و نیسرک للیسریٰ** یعنی ہم تجھ کو ایسی تعلیم دیں گے جو کہ ہر زمانہ کے لئے ہو گی۔ یہاں محنت کے لحاظ سے اس کا آسان ہونا بتلانا مقصود نہیں بلکہ یہ ہے کہ یہ تعلیم ایسی ہے کہ جس پر ہر زمانہ میں عمل ہو سکتا ہے اور کبھی بھی ضمیر کے خلاف یہ تعلیم نہ ہو گی۔ پس اس کے معنے یہ ہوئے کہ تجھ کو اس تعلیم تک پہنچائیں گے کہ جو ہر زمانہ میں بلحاظ عمل کرنے کے آسان ہو گی۔ اور کامل ہو گی آگے فرماتا ہے **فذکر ان نفعت الذکریٰ** یعنے پس تو اس کو لوگوں تک پہنچا اور ایسا کرتا چلا جا۔ لوگوں سے نہ ڈرو۔ کیونکہ خدا کی تعلیم ایک نہ ایک دن لوگوں کے دلوں میں گھر کر ہی لے گی۔ یہ ایک حکم تبلیغ کے لئے ہے اور چونکہ خدا تعالیٰ سچائی کی پیچ کرتا ہے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ اس سچائی کو ہم دنیا میں پھیلائیں۔ دیکھو دنیا میں کسی سمت کو نکل جائیں کہیں لوگ خدا کو گالیاں دینے والے پائے جائیں گے۔ کہیں شرک کرنے والے ہوں گے۔ کہیں اس کی طرف سے بے پرواہ ہوں گے۔ ایسی

حالت میں اگر کسی کے دل میں اس کے نام کی غیرت ہے تو وہ کس طرح خاموش رہ سکتا ہے۔ ہم لوگوں کو سوٹے سے منوانا نہیں چاہتے۔ ہم فوجوں کے ساتھ لڑ کر اس کا نام قائم کرنے کی تعلیم نہیں دیتے۔ ہم چاہتے ہیں کہ تم زبان کے ساتھ اسلام کو سکھاؤ۔ قلم کے ساتھ اسلام سکھاؤ۔ لوگوں کے پاس چل چل کر جاؤ اور اسلام سکھاؤ۔ ان تمام باتوں کی طاقت خدا تعالیٰ نے ہمیں دی ہے۔ قلم دی ہے۔ دل مضبوط دیا ہے۔ دلائل دیئے - غرض تمام طاقتیں دی ہیں پس ہم اسلام کی سچائی کے خزانہ کو لوگوں میں تقسیم کریں - اس کے لئے نہ فوج کی ضرورت ہے نہ تلوار کی۔ صرف قلم کی ضرورت ہے یا زبان کی۔ خدا نے یہ طاقتیں ہماری امیدوں سے بڑھ کر دی ہیں۔

ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ ہم دیوانہ وار اٹھ کھڑے ہوں اور توحید کی سچائی کو لوگوں میں پھیلائیں۔ جو کوئی اللہ کے نام کے لئے دیوانگی ظاہر نہیں کرتا۔ اس میں خدا کی محبت بھی کم پائی جائے گی۔

دیوانگی کی حالت میں وہ کام بھی جو دوسری صورت میں ناممکن نظر آتے ہیں۔ انجام پا جاتے ہیں ہم نے سکول کے زمانہ میں ایک کہانی پڑھی تھی یعنی ایک عورت کا بچہ عقاب لے اڑا اور ایسی چوٹی پر لے گیا جہاں کسی کا چڑھنا ناممکن تھا۔ مگر وہ عورت اپنے بچہ کی محبت میں دیوانہ وار چڑھتی چلی گئی اور یہاں تک کہ اپنے بچہ کے پاس جا پہنچی۔ بچہ کو پا لینے کے بعد جب واپس اترنے لگی تو یہ اس کو ناممکن معلوم دیا۔ رسول کریم ﷺ کو لوگ کیوں مجنوں اور دیوانہ کہتے تھے۔ اسی لئے کہ آپ لوگوں کو دیوانہ وار خدا کا کلام سناتے تھے۔ پس جب تک دین کے لئے دیوانہ نہ بن جاؤ گے۔ اس کو قائم نہیں کر سکتے۔ ایسے لوگ ضرور کامیاب ہو جاتے ہیں۔ جو اپنے کام کے لئے دیوانہ بن جاتے ہیں۔ جب لوگ دیوانہ وار اسلام کو پہنچائیں گے۔ لوگوں کے دلوں میں سرنگ لگ جائے گی۔ اور دل فتح ہو جائیں گے اور توحید کی روشنی پھیل جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو اس کی توفیق دے اور اسلام کے پھیلانے کی نعمت کا وارث بنائے۔

آمین

(الفضل ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۶ء)